مولانا حافظ عبدالرحمان مدنی مدیر ماہنامہ محدث لاہور

مولانا محمد عبداللہ عفیف لاہور

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی منصف خان ولد خادم خان قوم پٹھان سکنہ کوٹ لکھپت لیاقت آباد مین بازار نے اپنی بیوی مساۃ ابینہ بی بی دختر فرید خان کو کسی بد زبانی پر ایک موقع پر تقریباً پانچ چھ دفعہ یہ الفاظ کہے "میں نے تمہیں طلاق دی" جب کہ وہ حالت حیض میں تھی، اب میں اپنے الفاظ پر نادم ہوں اور ابینہ بی بی کو اپنی بیوی کی حیثیت سے رکھنا چاہتا ہوں، کیا کتاب وسنت کی رو سے مجھ کو رجوع کی اجازت ہے؟ (منصف خان)

الجواب:

صورت مسئولہ میں چونکہ طلاق حالت طہر میں نہیں دی گئی اور ایک ہی موقع پر متعدد مرتبہ لفظ "طلاق" کہہ کر ایک شرعی وسعت میں تنگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے طلاق دینے والا دوگناہوں کا مرتکب ہوا ہے۔ لہٰذا اسے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیئے۔

باہمی معاملات میں اس فعل کے ارتکاب سے ایک طلاق رجعی ہو چکی ہے جس کے بعد ایام عدت میں طلاق دینے والے کو رجوع کا اختیار ہے۔

کتاب وسنت کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:۔

(ا) قرآن مجید میں ہے الطلاق مرتان (البقرۃ/۲۲۹) یعنی طلاق رجعی کے دو موقعے ہیں۔ چونکہ یہاں لفظ "طلاق" ایک ہی موقعہ پر کئی مرتبہ کہا گیا ہے۔ اس لئے باوجود کئی مرتبہ دہرانے کے طلاق ایک ہی ہوئی ہے۔ جو رجعی ہے لہٰذا ایام عدت میں رجوع ہو سکتا ہے۔

(ب) حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس قال: کان الطلاق علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ، فقال عمر بن الخطاب: ان الناس قد استعجلوا فی امر

كانت لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم فامضاه عليهم (صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۴۷۸) حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ تین مرتبہ دہرائی ہوئی طلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکرؓ اور عمرؓ کی خلافت کے پہلے دو سال ایک طلاق شمار ہوتی تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لوگ ایسے امر میں جلد بازی کر رہے ہیں جس میں ان کے لیے ڈھیل ہے۔ پس کیوں نہ (بطور سزا) ہم تین دفعہ کے الفاظ کو تین طلاقیں ہی قرار دے دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسی طلاق کو تین طلاقوں کی صورت میں جاری کر دیا۔

حدیث بالا سے واضح ہے کہ شرع تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہو گئی اور شرعی حکم وہی ہے جو رسول اللہ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو سال جاری رہا۔ حضرت عمرؓ نے شرع میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور نہ ہی کسی صحابی کو ایسا اختیار ہے۔ البتہ تعزیری احکام خلیفہ وقت جاری کر سکتا ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے یہ حکم تعزیراً (بطور سزا) جاری فرمایا تھا۔ لہٰذا شرعی حکم ان کے نزدیک بھی وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں، اور ان کی اپنی خلافت کے ابتدائی سالوں میں نافذ تھا۔ باقی رہا مسئلہ سختی کا تو وہ ہنگامی حالات میں ہوتی ہے۔ اور ایسے حالات کے خاتمہ سے وہ سختی بھی جاتی رہتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی رو سے صورت مسئولہ میں صرف ایک طلاق واقع ہوئی ہے جس کے بعد خاوند رجوع کر سکتا ہے اور وہ رجوع کرنا چاہتا ہے لہٰذا کوئی شرعی امر مانع نہیں ہے۔ ہٰذا ما عندی واللہ عندہٗ حسن الصواب!　　(حافظ عبدالرحمٰن مدنی)

(۲)

محترم جناب مولانا صاحب، ازراہ کرم تحریری فتویٰ مرحمت فرمائیں۔

۱۴ مارچ ۷۸ء کو ایک طلاق نامہ کسی کاتب سے تحریر کرایا گیا۔ جس میں طلاق، طلاق، طلاق تحریر تھا اس طرح یہ طلاق البدعت ہو گئی۔ اس قسم کی طلاق لڑکے کے والد نے اپنی پسند سے تجویز کی اور اس پر اپنے لڑکے سے دستخط کروائے۔

ابن اسحاق، طاؤس، عکرمہ اور ابن عباسؓ کے مطابق ایک ہی وقت میں دی گئی طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق مانا گیا۔ ابن عابدین جلد ۲ صفحہ ۳۳۴، ابن رشد جلد ۲ صفحہ ۵۱۔ ابن عباسؓ ہی کے حوالہ سے اس بات کا علم ہوا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں اور خلیفۂ اول کے زمانہ میں بھی ایک ساتھ دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک مانا جاتا رہا ہے۔ دوسرے خلیفہ کے زمانہ کے چند سال تک بھی ایسا ہی سمجھا گیا۔ ابن رشد، سنن ابی داؤد صفحہ ۲۹۹ ج ۲، ابن قدامہ جلد ۷ صفحہ ۱۰۴ —— ایک شخص نے حضورؐ سے کہا کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی